عظمت اولیاءؒ اور علامہ اقبال

رشحات فکر محترم پروفیسر عبدالغنی صاحب ایم اے چشتی نیازی نظامی

حصہ دوم

(بعض شارحین نظریہ اقبال کی غلط فہمیاں)

صفحات ماسبق میں جو کچھ مذکور ہوا کلام اقبال میں اس کی تائید موجود ہے۔ (بحیثیت مجموعی) صفحات آئندہ میں ہم بعض شارحین نظریہ اقبال کی غلط فہمیوں پر بحیثیت مجموعی کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں

زمان ومکان: صوفیائے کرامؒ کی تحریروں میں "ابوالوقت" اور "ابن الوقت" کی اصطلاحات بھی موجود ہیں اور ان کی مختصر تصریح و علامہ اقبال نے بھی زمان ومکان کی حقیقت سے متعلق متعدد اشعار لکھے ہیں، اور اپنے خطبات میں خاصی بحث کی ہے۔ لیکن وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ "زمان ومکان کا مسئلہ ہمارے صوفیائے کرام کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ (خطوط)

اور ایک شعر میں فرماتے ہیں

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر　　ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

یہ دو شہادتیں اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ اولیاء اللہ "ابوالوقت" ہوتے ہیں، یعنی انہیں "وقت" پر تصرف حاصل رہتا ہے (مثال کے لئے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیجئے، جو زمان ومکان پر تصرف کی بہترین مثال ہے) مادی وسائل ان کے فرماں بردار خادم ہوتے ہیں، لیکن وہ ان کے بغیر بھی کام کرنے کی قوت رکھتے ہیں، "تسخیر کائنات" کا وظیفہ پڑھنے والے شارحین اقبال اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر "تسخیر وتصرف" کی حقیقت بیان کیا کریں تو اقبال کی صحیح خدمت ہوگی) یہی وجہ ہے کہ وہ فقیری میں بھی شاہی کرتے ہیں، مادہ پرستوں کی مثال اس کے برعکس ہوتی ہے، علامہ اقبال خود یہی نظریہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں،

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ　　مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری　　مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

برخود غلط شارحین اقبال جو مادیت ہی کو حقیقی نصب العین سمجھتے ہیں، اقبال کے نظریۂ حیات کو محض مادی رنگ میں پیش کرتے اور انہیں مسلک اولیاء اللہ کا مخالف ثابت کرتے ہیں (براہ راست نہیں بلکہ اولیاء اللہ کا ذکر بالکل نظر انداز کرکے)

وہ مندرجہ بالا اشعار کی وضاحت فرمائیں اور بتائیں کہ اقبال کن مسلمانوں کا ذکر کہہ رہے ہیں، نیز یہ کہ بے تیغ لڑنے والے سپاہی اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں۔!

اولیائے اللہ کی عدم شناخت: حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضؓ فرماتے ہیں کہ "اخبار میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی کہ خداوند جل و علا فرماتے ہیں اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری الا اولیائی۔ یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں (پوشیدہ رہتے ہیں) انہیں سوائے میرے اور میرے دوستوں کے کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا"

داتا صاحبؒ ایک جگہ کشف المحجوب میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ "یہ خدا کی غیرت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو غیروں کے ملاحظہ سے محفوظ رکھتا ہے، تاکہ کسی (نااہل) کی آنکھ ان کے حال کے جمال پر نہ پڑے۔ لا یعرفہم غیری کا یہ مطلب ہے کہ جب تک ارادت کے نور کے ساتھ کسی کی آنکھیں روشن نہ ہوں تب تک اس کے دل کو نہیں پہچان سکتے، پس وہ نور ولی اللہ کو پہچانتا ہے نہ کہ وہ شخص [1]

یہ قول بھی حضرت داتا صاحبؒ ہی کا ہے کہ "ولایت فی الحقیقت حق تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے اور ہر شخص پر اسرار الٰہیہ ظاہر نہیں ہوتے اور ولی کے سوا ولی کو کوئی دوسرا شخص نہیں پہچان سکتا"

شیخ ابوذر بوذجانی قدس سرہٗ کا ایک شعر اسی مضمون میں ہے۔

لعرفنا من کان من جنسنا   وسائر الناس لنا منکرون

یعنی البتہ ہمیں وہ لوگ پہچانتے ہیں جو ہماری جنس کے ہیں۔ لیکن عام لوگ ہمارے منکر ہیں"

اولیاء اللہ کی شان میں سوءِ ظن کی مذمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (۴۳-۳۶) یعنی جو شخص خدا کے ذکر سے اندھا (غافل) ہو جائے تو اس کے لئے ایک شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ہم نشین بن جاتا ہے۔

قرآن پاک یہ دعا مانگنا ہی سکھاتا ہے،

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

یعنی اے رب ہمارے بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہونچے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا۔ اے رب ہمارے بیشک تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

---

[1] یہ قانون مادیت میں بھی جاری ہے، مثلاً
(ا) ہیرے کو وہی پہچان سکتا ہے جس کی آنکھ میں اس کی معرفت کا نور ہے
(ب) مالکوس کو وہی پہچان سکتا ہے جس کے کانوں میں اس راگ کی معرفت رچی ہوئی ہے،
(ج) بیدل کو وہی پہچان سکتا ہے۔ جس کے دماغ میں کلام بیدل کی معرفت کا نور موجود ہے، (مدیر)

اور حدیث قدسی ہے (جو پہلے بھی مذکور ہو چکی ہے) من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب، یعنی جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی اسے میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے'

کیا منکرین اولیاء اللہ اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو ان کی مخالفت اور ان سے بے رخی سے توبہ کریں'

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ کسی بندے سے منہ موڑتا ہے۔ تو اُس وقت اُس کی زبان اولیاء اللہ کے لئے دراز ہو جاتی ہے' اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کی مذمت میں یہ چند سطور کافی ہیں (اللہ پاک تمام مسلمانوں کو اس گمراہی سے محفوظ رکھے)

علامہ اقبال کی مزید تائید: یہ صحیح ہے کہ ولایت کی جزئیات یا تفصیلات کی تائید میں اقبال کے اشعار یا خطبات و خطوط میں مواد نہیں ملتا تاہم ایسے اشعار بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ اُن کے مشرب و مسلک اور ان کی عظمت و برتری کے دل سے قائل ہیں، انہوں نے تمام عمر اولیاء اللہ ہی کے مسلک کی تعلیم دی حتیٰ کہ اسرارِ خودی میں بھی انہوں نے اسی مسلک کو پیش کیا ہے[1]۔ انہوں نے غیر اسلامی تصوف اور دُنیا پرست جاہل و کاہل مسلمان متصوفین پر تنقید کی ہے جسے غلطی سے اقبال کے بعض نقادین اسلامی فقر و ولایت اور پورے طبقہ اولیاء اللہ و صوفیائے کرام پر منطبق کیا کرتے ہیں اور ایسی معاندانہ طرزِ تحریر اختیار کرتے ہیں جس سے ایک طرف علامہ اقبال اولیائے کرام کی عظمت و بزرگی کے مخالف ثابت ہوتے ہیں، اور دوسری طرف اولیائے کرام پر ایمان رکھنے والے لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے'

علامہ اقبال کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ اولیاء اللہ کی خدمات و تعلیمات کو لوگ فراموش کر دیں اور اس بات پر ایمان لے آئیں کہ پونے چودہ سو برس میں جو کچھ اسلام اور فقر و تصوف نے انسانیت کی خدمت کی یا جو کچھ اس زمانے میں علماء و محققین اور صوفیائے کرام و اولیائے عظام نے اسلام اور فقر و تصوف سے متعلق سمجھا سمجھایا یا لکھا پڑھا وہ سب غلط تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے

---

[1] تفصیل انشاء اللہ میری زیرِ طبع کتاب "قرآنی تصوف اور اقبال" میں ملے گی۔ خود علامہ اقبال اس خط میں جو انہوں نے ڈاکٹر نکلسن کو لکھا تھا لکھتے ہیں "میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اسرارِ خودی کا فلسفہ تمام تر مسلمان صوفیا اور حکما کے مشاہدات و افکار سے ماخوذ ہے' اور تو اور وقت یا زمانہ کے متعلق برگساں نے جو تشریحات پیش کی ہیں وہ ہمارے صوفیائے کیلئے کوئی نئی چیز نہیں ہے یہ باتیں تصوف کی مختلف کتابوں میں مختلف انداز سے بیان ہو چکی ہیں" صہ ۱۳۵ شرح اسرار خودی از پروفیسر سلیم چشتی (دوسرا ایڈیشن)

[2] اسی خط میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے' اقبال لکھتے ہیں' اگر موجودہ زمانے میں کوئی تعلیم یافتہ شخص خصوصاً فلسفہ کا متعلم مسلمان الٰہیات و مسائل کو جن کا مبدا اور سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ مذہبی تجربات و افکار کی روشنی میں بیان کرے۔ تو اس پر یہ پرانی بوتلوں میں نئی شراب بھر کر پیش کرنے کا الزام عائد کرنا جیسا کہ مسٹر ڈکنسن نے کیا ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں نے جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش نہیں کیا ہے بلکہ پرانے حقائق ہی کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا ہے" دیکھو صہ ۱۳۵ شرح اسرار خودی از پروفیسر سلیم چشتی (دوسرا ایڈیشن)

تو اقبال کے اِن خیالات پر جن کا تعلق فقر و ولایت اور احسان و تصوف سے ہے، نیز اولیاء اللہ کی خدمات اسلامی سے ہو صحیح زاویۂ نگاہ سے روشنی ڈالنا چاہیئے۔ تاکہ اپنے ماضی کے قابل فخر حصّہ کو مسلمان فراموش نہ کر سکیں اور مسلمہ دینی عقائد سے انحراف کر کے مزید کسی نئے فرقے کی بنیاد نہ قائم کرنے پائیں، سیاسی و معاشی نظریات کے اختلاف میں کچھ مضائقہ نہیں،

علامہ اقبال کا صرف ایک قطعہ، جو درج ذیل ہے، مسلکِ اولیاء اللہ کو حق ثابت کرنے اور خود نظریۂ اقبال کی وضاحت کے لئے کافی ہے، یعنی

عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر ؛ شریکِ زمرۂ لایحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہیں۔ مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

یہ علامہ کے غور و تدبّر کا نتیجہ اور قطعی فیصلہ ہے۔ جو مثنوی اسرار خودی کی تصنیف سے کافی عرصہ بعد علامہ نے اپنے دورِ پختگی میں کیا ہے، اِن کے ذہنی و فکری ارتقاء نے انہیں بالآخر اسی نتیجہ پر پہونچایا کہ وہ منزل قرب و حضور تک (جو زمرۂ لایحزنون یعنی اولیاء اللہ کی زندگی کی آخری منزل ہے) خرد کے بجائے جنوں کی مدد سے پہونچ سکتے ہیں،

دورِ حاضر کے "اہلِ خرد" خرد کی گتھیاں سلجھانے میں اپنی زندگی شوق سے گزاریں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، قابل اعتراض تو یہ بات ہے کہ وہ "جنوں" کو غیر ضروری بتاتے اور اقبال کے نظریۂ حیات پر جس قدر مضامین یا کتب شائع کرتے ہیں، اِن میں مسلکِ اولیاء اللہ کا کہیں ذکر تک نہیں کرتے، کیا حضرت اقبال کی خدمت کا حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے؟

"خرد کی گتھیاں سلجھانے والے براہ کرم یہ اصول بھی ملحوظ رکھیں کہ جن عقائد پر عمل کر کے زمرۂ لایحزنون تیار ہوتا ہے اُن میں اہلِ خرد کے کسی "غور و تدبر" یا "اجتہاد" کی ضرورت نہیں ہے وہ "عقائد" صدیوں سے مسلمہ ہیں اور وہ "مسلک" لاکھوں اولیائے کرامؒ کا آزمودہ ہے "خرد" کا یہ منصب ہی نہیں ہے کہ وہ "جنوں" پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرے، جب بھی اُس نے یہ کوشش کی ہے، منہ کی کھائی ہے خلیفۃ اللہ کو ابلیس نے سجدہ نہ کیا مردود و ازلی ہوا۔ جس قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا، غارت ہو گئی۔ اہل خرد اولیاء اللہ کی مخالفت کر کے ہمیشہ تباہ ہوئے، "جنوں" (عشق الٰہی)، کی برتری اور عقل استدلالی کی فرومایگی پر اسلامی لٹریچر میں بہت کچھ موجود ہے خود علامہ اقبال نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اِن تمام چیزوں سے آنکھیں بند کر لینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اور علامہ اقبال کی "خدمت" سمجھ کر ایسا کرنا اِن پر بدترین قسم کا ظلم ہے

اولیاء اللہ کے "عشق" و عمل کی وضاحت کے لئے بالِ جبریل میں دیگر اشعار کے علاوہ، مندرجۂ ذیل اشعار بھی موجود ہیں

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؑ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اور خود اپنے متعلق فرماتے ہیں،

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی　　گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق　　نہ ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش　　خاشاک کے تودے کو کہے کوہ دماوند
پُرسوز و نظر باز و نکو بین و کم آزار　　آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند

غور کیجئے کہ ان اشعار کا مطلب سمجھنے یا سمجھانے کے لئے اولیاء اللہ اور سلف صالحین کی سیرت اور انہی کے اصولِ حیات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے یا لینن، کارل مارکس، نطشے اور برگساں وغیرہ یا افلاطونیوں، بُت پرستوں اور بدھ مت کے بھکشوؤں وغیرہ کی فکر و نظر کو! اولیاء اللہؒ کا علم و عمل یقیناً مذکورہ ہستیوں یا اُن کے نظریوں کا ممنون نہیں ہے

کیا اُمتِ اسلامیہ اور علامہ اقبالؒ کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ علامہ کو تو احسان و تصوف اور اسلامی فقر و ولایت جیسی بیش بہا نعمتوں کا صریح مخالف ثابت کیا جائے اور ملتِ اسلامیہ کے سامنے ان کے نظریۂ خودی کی غلط تشریح کرکے صرف مادہ پرست مغربیت کے وہ فلسفے رکھے جائیں جو ہمیں خدا اور رسولؐ اور اولیاء اللہ سے دور لے جاتے ہوں اور جن کی تردید علامہ اقبالؒ نے کی ہو۔ علامہ تو خودی کی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کر چکے اور انہیں مسترد بھی کر چکے۔ اب قدردانِ اقبال کا فرض ہے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ اسوۂ اہلِ جنوں (یعنی اولیاء اللہ کا مسلکِ حیات) اختیار کریں اور اس کی اشاعت بھی کریں۔ اولیاء اللہ کے مسلکِ حیات کا خلاصہ اقبال نے نہایت بلیغ انداز میں اس شعر میں پیش کر دیا ہے

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی　　خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

اس "جوہر ملکوتی" کو خاک میں دبا کر اور صرف "خاکی" نصب العین حیات کو مشتہر کرکے علامہ کی قدر شناسی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ "ملکوتی جوہر" اور "خاک سے پیوند نہ رکھنے" کی وضاحت جب تک نہ کی جائے نہ علامہ کے نظریہ حیات کی وضاحت ہو سکتی ہے نہ قدردانِ اقبال انفرادی یا اجتماعی عمل و ترقی کا معیار قائم کر سکتے ہیں

اسی طرح عشق و عمل کی توضیح میں "محرابِ منبر" (کبھی سرمایۂ محراب و منبر، کبھی مولا علی خیبر شکن عشق ... اقبال) حضرت مولا علیؓ اور ان کی خیبر شکنی (جو زور ولایت کا نتیجہ تھی، نیز آپ کے اس درجہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سے ثابت ہوتا ہے "عشق خلیل" اور سیر حسین وغیرہ تمام امور کو فراموش کرکے صرف غیر اسلامی نوعیت کی مادی ترقی۔ غیر اسلامی فکر و نظر اور انبیاءؑ اولیاءؒ کے مسترد کردہ جہد و عمل کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا علامہ کے فلسفہ حیات کو مغربی فلسفہ سیاست کا مترادف سمجھنا یقیناً تعلیمات اقبال کے خلاف ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ان اقوام کی ہر ترقی غلط ہے، بلکہ خود بقول اقبال "ان اُمتوں کا باطن نہیں پاک" اور

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے　　فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری　　(اقبال)

لہٰذا تقلیدِ فرنگ سے پہلے تزکیۂ باطن اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا ضروری ہے۔ حکم ربی بھی یہی ہے صرف دو آیتوں پر غور کیجئے۔ ترجمہ ۲: ۱۴۵ "اگر آپ (اہل کتاب) کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں، بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے۔ تو یقیناً ایسی صورت میں آپ کا بھی شمار ظالموں میں ہوگا۔"

کیسی شدید وعید ہے ان لوگوں کے حق میں جو دیدہ و دانستہ دوسروں کی ناجائز خواہشات کی پیروی کرنے لگتے ہیں نہ صرف دوسروں کی بلکہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی بھی ہدایت سے محروم کر دیتی ہے کیونکہ اپنے نفس کو معبود بنا لینا اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا بھی شرک ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، ترجمہ ۴۵۔ ۲۳ "کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور (اوجہ اس کے، اللہ نے اس کو باوجود علم رسمی کے گمراہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی سماعت اور اس کے دل پر مہر لگادی۔ اور اس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا۔ بھلا ایسے شخص کو بعد اس کے کہ اسے خدا نے گمراہ کر دیا ہو، کون راہ راست پر لا سکتا ہے پس کیا نصیحت نہیں پکڑتے" (مضامین ذوقی ج ۲ صـ ۵۱۳)

اس سلسلے میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے صرف یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح دنیاوی درسگاہوں میں نہیں بلکہ عاشقان الٰہی کی صحبت بابرکت اور ان کی تربیت گاہوں ہی میں ممکن ہے۔

دور سائنس کے مہلک امراض، آجکل سائنسی علوم و ایجادات کی ترقی کا دور دورہ ہے اس لئے لوگ عموماً مشینوں کی سی زندگی خود بھی گذارنے لگے ہیں اور اخلاق اور روحانیت جیسی بیش بہا نعمتوں کو جن کے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا غیر ضروری سمجھنے لگے ہیں، اس کے خاص اسباب حسب ذیل ہیں،

(۱) **ناقص تعلیم،** جو قوم کو صدیوں سے بالخصوص برطانوی حکومت کے زمانے سے مل رہی ہے اس نے ہمارے اندازِ فکر کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے

(۲) **سیاسی انحطاط** کے ساتھ ہمارے قومی اداروں اور مشائخ کی تربیت گاہوں (اسلامی خانقاہوں) کے زوال نے ہمارے دلوں کو اندھا کر دیا۔ ساتھ ساتھ معاشی و اقتصادی انتشار کے باعث ہم غربت و افلاس کے شکار ہو گئے، اور صحیح فکر کی دولت کھو بیٹھے۔

(۳) **مغرب کی مادی ترقیوں اور اسکی تہذیب آزادی کی** چمک دمک نے ہماری نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ اور ہم ذہنی طور پر اس حد تک اس کے غلام ہو گئے کہ اپنی مخصوص و ممتاز اسلامی روایات پر فخر کرنے کے بجائے خود ہی اُن کا مذاق اڑانے لگے، صوم و صلوٰۃ کی پابندیوں کو دقیانوسیت سمجھنے لگے؛ خدا اور رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر ناولوں، افسانوں، اخباروں اور مخرب اخلاق لٹریچر کو اپنا دین و ایمان سمجھ لیا۔ اور انہی میں دفن ہو کر رہ گئے۔

جب ہمارے قلب و نظر کو ایسے مہلک امراض نے گھیر رکھا ہو، تو اس امر پر کوئی تعجب نہیں کہ ہمارے ذی علم افراد بھی آج غلط اندازِ فکر کی گمراہ کن وادیوں میں بھٹک کر اسلامی اخلاق و روحانیت کو قومی زوال کا باعث سمجھتے ہیں

اسی لئے علامہ اقبال نے تعمیر سے پہلے "تطہیر فکر" کی تاکید کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں،

چوں شود اندیشۂ قومے خراب — ناسرہ گردد بدستش سیم و ناب
میرد اندر سینہ اش قلب سلیم — در نگاہ او کج آید مستقیم
پس نخستیں بایدت تطہیر فکر — بعد ازاں آساں شود تعمیر فکر

یعنی جب کسی قوم کے افکار بنیادی طور پر غلط ہوں، تو اس کے ہاتھ میں کھری چاندی بھی کھوٹی ہو جاتی ہے۔ اس کے سینے

میں قلبِ سلیم مُردہ ہو جاتا ہے۔ اسے سیدھی لائن بھی ٹیڑھی نظر آتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کی فکر و نظر کا انداز بدلا جائے یعنی اس کے ذہن سے غلط تصورات نکالے جائیں، بعد ازاں صحیح عقائد جاگزیں کرنا آسان ہو جاتا ہے،

(مثنوی چہ باید کرد)

علامہ اقبالؒ کی یہ رائے کسی تبصرے کی محتاج نہیں ہے، ہم اس سلسلے میں ناظرین کی توجہ حسبِ ذیل نکات کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں،

(۱) نظریۂ خودی، بیخودی اور فقر و قلندری کے متعلق (جن کا تعلق دین کے بنیادی تصورات سے ہے) "تطہیرِ فکر" کی بہترین صورت یہی ہے کہ اولیاء اللہ کی فکر و نظر کو اختیار کیا جائے۔ کیونکہ علامہ اقبال نے انہی بزرگوں کے عقائد نئے الفاظ میں بیان کئے ہیں، (تفصیل میری زیرِ طبع کتاب "قرآنی تصوف اور اقبال" نیز مضامین مطبوعہ "ندائے حق" و رسالہ "اقبال" لاہور وغیرہ میں ملے گی۔)

(۲) مسلکِ اولیاء اللہ ہی قرآن و سنت کی صحیح روح کا حامل ہے۔ اور وہ اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح نمونہ ہے

(۳) مسلکِ اولیائے کرام علومِ جدیدہ کے حصول میں ہرگز مانع نہیں ہوتا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ خدا کے عشق میں زندگی گزارنے کی اہلیت پیدا کی جائے۔ بلکہ تربیت کے ذریعہ اس کی عادت ڈالی جائے۔ جو مسلمان تزکیۂ نفس نہیں کرتا وہ مسلمان کہلائے جانے کا مستحق ہی نہیں، اور جو اس کی کوشش کرتا ہے (خواہ اس کی صورت کچھ ہو) وہ اولیاء اللہ کے مسلک پر عمل کرتا ہے،

(۴) اسلام نے اقوامِ عالم کو یہی دعوت دی ہے کہ وہ زندگی کو لہو و لعب اور صرف عیش و عشرت کا گہوارہ نہ بنائیں، بلکہ دنیاوی وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کا رُخ اللہ کی طرف رکھیں، اولیاء اللہ اس تعلیمِ اسلامی کے زندہ نمونے ہیں، روحانیت سے قطعِ نظر کر کے صرف مادی ترقی میں انہماک بھی روحِ اسلام کے خلاف ہے اور مادیات سے بے تعلق ہو کر صرف روحانی ترقی میں مشغول رہنا بھی روحِ اسلام کے منافی ہے۔ اسلام دونوں کو جمع کرتا ہے، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ

(۵) صرف مادی ترقی روحِ اسلام کے منافی ہے، اسی طرح "رہبانیت" غیر اسلامی عقیدہ ہے (تزکیۂ نفس اور یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے کی غرض سے عارضی خلوت نشینی یا دنیاوی خرافات سے دور بھاگنا، قرآن و سنت سے ثابت ہے اور ہرگز "رہبانیت" یا زندگی سے فرار نہیں ہے، اسلام نے اعتدال کی راہ دکھائی ہے۔ اور اُمتِ محمدیؐ کو کنتم خیر اُمۃ کا لقب اسی لئے دیا ہے۔ کہ وہ غیر مسلم اقوام کے مقابلے میں اپنا مخصوص امتیازی رنگ ہمیشہ قائم رکھے، وہ امتیازی رنگ (صبغۃ اللہ) یہی ہے۔ کہ وہ تمام جائز وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے قلب و نظر کا رُخ ہر وقت ہر حال میں اللہ اور رسول کی طرف رکھے، کیونکہ یہی اللہ کو پسند ہے، اور اسی کی طرف ہم سب کو واپس جانا ہے،

اس نظریۂ حیاتِ اسلامی کے عملی سچے اور زندہ نمونے صرف اکابر صوفیہؒ اور اُمتِ اسلامیہ کے اولیائےؒ کرام ہیں،

(۶) علمِ دین، عملِ صالح، اخلاق و سنتِ نبویؐ کی پیروی اور عشقِ حقیقی کے لحاظ سے "عظمتِ آدمؑ" اور تصرفِ کائنات کا جو بلند معیار اولیاء اللہ کی تعلیمات اور اُن کے زندہ نمونوں میں موجود ہے، اس کا جواب کہیں نہیں مل سکتا۔ علامہ اقبالؒ

نے جہاں جہاں "عظمتِ آدم" اور "تسخیرِ کائنات" کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اولیائے اسلام ہی کے نمونوں کو پیشِ نظر رکھا ہے نہ کہ راہبوں، فلاسفروں اور خدا فراموش انسانوں کو، واضح رہے کہ اللہ کی محبت علومِ حاضرہ کی تحصیل کو ممنوع قرار نہیں دیتی۔ جس کی جتنی ہمت ہوتی ہے بلند پروازی دکھائے۔ "تسخیرِ کائنات" تو جانور، پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی کرتے ہیں، لیکن اپنی اپنی استعداد اور ہمت کے مطابق کرتے ہیں، انسان اپنی عظمت، استعداد کو بڑھا کر خدا تک پہونچ سکتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے "عظمتِ آدم" کا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ مقربینِ حق کی "تسخیر" اور "عظمت" کا درجہ سب سے بلند ہے، کیونکہ وہ نفسِ امارہ، شیاطین اور ملائکہ کی بھی تسخیر کرتے ہیں اور خدا کے مقبول و محبوب ہوتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی تمام تصانیف میں اولیاء اللہ ہی کی تعلیمات پیش کی ہیں، اور اس کا اظہار و اعتراف بار بار مختلف طریقوں سے کیا ہے تاکہ شک و شبہ کا امکان نہ رہ جائے۔ البتہ اس امر کا اعتراف وہ حضرات نہیں کر سکتے جنہیں نہ اولیاء اللہ کے کارناموں کی خبر ہے نہ قرآن و سنت کی۔ یا جو امرِ ولایت اور روحانی ترقی پر عقیدہ نہیں رکھتے۔ یا جو اسلام ہی کے قائل نہیں، ورنہ اقبال نے تو صاف کہہ دیا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے۔

گر دلم آئینۂ بے جوہر است — ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا — بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا (رموزِ بیخودی)

اور،

(۲) مسلمانوں سے،

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم — حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ امت — ترا با شوخیِ رندانہ گفتم (ارمغانِ حجاز)

آخر میں ہم ایک اہم گذارش کے ساتھ اس طویل مقالہ کو ختم کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو حضرات اقبال کے فلسفۂ "خودی" کو مسلکِ اولیاء اللہ کی ضد یا اس سے کوئی جدید مسلک سمجھتے ہیں، وہ مثنوی "اسرارِ خودی" کے مبحث پانزدہم کا مطالعہ ذرا گہری نظر سے کریں، انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اقبال نے تقریباً وہی نکتے دہرائے ہیں، جو اکابر صوفیہ[1] اور اولیاء اللہ مختلف طور پر ہمیشہ سے کہہ رہے ہیں، تربیتِ خودی کے تینوں مراحل بھی ہمارے لئے نئے نہیں ہیں، ان تمام نکات کو اقبال نے بعد کی تمام تصانیف میں زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے،

محترمی پروفیسر سلیم چشتی نے شرحِ اسرارِ خودی میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اقبال نے در اصل فقرِ اسلامی کا فلسفہ پیش کیا ہے فلسفۂ خودی اس کی محض تمہید ہے۔ لوگ غلطی سے اسی کو اقبال کا اصل نظریۂ حیات سمجھتے ہیں[2] (دیکھئے صفحہ ۱۲)

---

[1] ناظرینِ اقبال کا وہ خط بھی دیکھیں جو انہوں نے ڈاکٹر نکلسن کو مسٹر ڈکنسن کی تنقید کے جواب میں لکھا تھا۔ جس کے اقتباسات ہم زیرِ نظر مقالہ کے صـ پر بحوالہ شرحِ اسرارِ خودی از پروفیسر سلیم چشتی دے چکے ہیں

[2] دیکھو صـ۱۶۵ شرحِ اسرارِ خودی از پروفیسر یوسف سلیم چشتی (دوسرا ایڈیشن)